قسط نمبر ۳

تاریخ حدیث

تحریر:- پروفیسر عبدالصمد صارم

ترک حدیث پر عتاب الٰہی اور اس کا خطرناک نتیجہ

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔

"جو لوگ رسول اللہ کے حکم کے خلاف ہوتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ کسی فتنہ یا عذاب میں مبتلانہ ہو جائیں۔"

اس آیت کی تصدیق بعض اسلامی تاریخی واقعات سے ہوتی ہے' حضرت علیؓ خلیفہ تھے' اور مجتہد صحابی تھے' جب انہوں نے امیر معاویہؓ سے فیصلہ کرنے کے لئے پنچائت قبول کر لی تو ایک گروہ ان کے ساتھ ہو گیا اور ایک ان کو (نعوذ باللہ) کافر کہنے لگا کیونکہ وہ تحکیم (پنچایت) کو نص قرآن "ان الحکم الا اللہ" (بس حکم اللہ ہی کا ہے) کے خلاف سمجھتے تھے۔ حدیث پر نظر نہ کی' حدیث کو چھوڑا' انجام یہ کہ چاہ ضلالت میں گرے او خارجی کہلائے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے مقالات صارم)

تاکید حفاظت حدیث

قرآن میں ارشاد ہے:

ما آتاکم الرسول فخذوہ۔

"رسول جو حکم دے اس کو مضبوط پکڑلو۔"

قبیلہ عبدالقیس کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعلیم حاصل کی۔ بوقت رخصت عرض کیا کہ حضورؐ ہمارے راستے میں کفار کے قبائل ہیں۔ اس لئے ہم حضور کی خدمت میں سوائے ان مہینوں کے حاضر نہیں ہو سکتے جن مہینوں میں عرب جنگ کرنا حرام سمجھتے ہیں' حضور ﷺ نے ان کو نماز' روزے وغیرہ کے احکام بتائے اور فرمایا:

احفظوہ واخبروا بہ من ورائکم۔

"خود ان کو محفوظ کر لو اور دوسروں کو پہنچادو۔"

اجازت روایت حدیث

حدیث میں جو احکام ہیں وہ بھی منجانب اللہ ہیں حضور علیہ السلام تبلیغ پر مامور تھے۔ اس لئے جس طرح آپ نے احکام قرآنی امت کو پہنچائے جس طرح آئندہ نسلوں کو قرآن پہنچانے کی تاکید فرمائی اسی طرح حدیث کی روایت کی اجازت دی۔ اگر حدیث نہ پہنچائی جاتی تو تبلیغ دین نامکمل رہتی۔ قرآن مجید میں حدیث پہنچانے کے متعلق صاف حکم ہے۔

ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ۔

"رسول امت کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔"

اسی طرح حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے چالیس حدیثیں پہنچائیں' وہ علماء میں محشور ہو گا اور "نفر اللہ امرأ سمع مناشیئا فبلغہ عما سمعہ" (خدا اس کو خوش رکھے جس نے ہم سے سنا اور اس کو اسی طرح پہنچایا جیسے سنا تھا' ہاں حدیث کے متعلق دو باتوں کو منع کیا گیا ہے' ایک یہ کہ کثرت سے حدیثیں روایت نہ کی جائیں یہ اس لئے کہ بعض حدیثوں کے احکام وقتی ہوتے تھے۔ بعض میں بربنائے مصالح تغیر و تبدل ہوتا تھا اس لئے حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی بہت ہیں۔ حدیثیں غیر احکامی بھی ہوتی ہیں اور حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں کسی ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے۔ یہ پابندی ممکن بھی نہ تھی اور مناسب بھی نہ تھی بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ کسی ضرورت پر کوئی حکم دیا گیا' کچھ دنوں کے بعد پھر وہی ضرورت پیش آئی تو بلحاظ مصلحت وقت اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر وہی ضرورت پیش آئی تو بلحاظ مصلحت وقت اس

کے خلاف حکم دیا گیا۔ اس لئے کثرت روایت میں غیر احکامی حدیثیں جو مفید عام نہ تھیں۔ عوام کے سامنے آجاتیں جو ممکن ہے کہ ان کے خلجان کی باعث ہوتیں۔ کثرت روایت کی ممانعت کا حکم زیادہ تر انہیں سے متعلق ہے اس لئے حضور کا ارشاد ہے۔

ایاکم و کثرۃ الحدیث عنی۔

"مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کرو۔"

گویا روایت کی اجازت ہے کثرت کی ممانعت ہے کثرت روایت میں یہ بھی خرابی تھی کہ ہر کوئی روایت کرنے لگتا۔

صحابہ کے اقوال سے بھی یہ حکم غیر احکامی حدیثوں سے متعلق ثابت ہوتا ہے' حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن حدیثوں میں تمہارا فائدہ تھا۔ میں نے تم سے بیان کردیں۔ (مسلم شریف)

حضرت عمرؓ نے بھی اس قسم کی احادیث کی روایت کو روکا تھا۔

قال ابو ہریرۃ لماولیٰ عمرؓ قال اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فیما یعمل بہ۔

"ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو حکم دیا کہ جو حدیثیں احکام سے متعلق نہیں' کم روایت کی جائیں۔" (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

ما انت تحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھما لاکان لبعضھم فتنۃ۔

"جب تم ایسی حدیثیں بیان کرو گے جو لوگوں کی عقل میں نہ آتی ہوں گی تو بعض لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔" (مقدمہ صحیح مسلم)

ان غیر احکامی حدیثوں میں بعض سیاسی حالات سے متعلق تھیں۔ بعض معاشرت و معاملات سے متعلق تھیں۔ بعض کا تعلق مذاہب مختلفہ کے معتقدات سے تھا۔ بعض میں پیچیدہ مسائل وامور تھے' دوسری ممانعت جھوٹی حدیثوں کی روایت کرنے سے ہے:

و حدثوا عنی فلا حرج و من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار۔

"حدیث بیان کرو لیکن جس کسی نے میری طرف دانستہ جھوٹ کی نسبت کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔"

غرض حدیثوں کے روایت کرنے کی حضورؐ نے اجازت دی ہے کثرت روایت کو منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت غیر احکامی احادیث سے متعلق معلوم ہوتی ہے کیونکہ واقعات سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ حضورؐ کے عہد میں حدیثیں بیان کرتے تھے۔ حضرت سمرۃؓ ابن جندب نے فرمایا ہے کہ صحابہؓ حضورؐ کے عہد میں حدیثیں روایت کرتے تھے۔ حضرت سمرۃؓ ابن جندب نے فرمایا ہے کہ میں حضورؐ سے حدیثیں یاد کرتا تھا اور ان کو بیان کیا کرتا تھا' اور کوئی چیز مجھ کو منع نہ کرتی تھی۔ (مسلم شریف)

بعض ایسے صحابہ سے روایت حدیث کا سلسلہ ہے جو حضورؐ کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے۔ جیسے زیدؓ بن حارثہ' اس سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت حدیث کا سلسلہ حضورؐ کی حیات میں جاری تھا۔

اجازت تحریر حدیث

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مباحات و سنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اپنے بعض احکام میں ضرورت و مصلحت کے موافق تغیر و تبدل فرما دیتے تھے۔ کتب سیر میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً متعہ کی حلت و حرمت' اس لئے ائمہ اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ آخر زمانے کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔

ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد تغیر واقع ہو رہا تھا۔ قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا اس لئے حضور کا یہ خیال تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص غلطی سے حدیث کے جملوں کو آیت قرآن کا جزو سمجھ کر شامل کرے۔ اس لئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔

لا تکتبوا عنی غیر القرآن و من کتبہ فلیمحہ۔

"مجھ سے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو اور اگر کسی نے لکھا ہو' تو مٹا ڈالئے۔" (مسلم شریف)

جب اسلام کثرت سے شائع ہو گیا۔ قرآن کے بہت سے حافظ ہو گئے۔ نو مسلموں کی تعلیم کا انتظام ہو گیا۔ اصحاب صفہ کا مدرسہ قائم ہو گیا تو یہ خطرہ نہ رہا۔ آپ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے فرمایا جو کچھ سنا کرو لکھ لیا کرو۔ اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (اصابہ طبقات ابن سعد' ابو داؤد' بخاری)

ایک انصاری نے عرض کیا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر یاد نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کام لو یعنی لکھ لیا کرو۔ (ترمذی)

انہیں آخری احکام کے موافق حضور کا اور صحابہ کا عمل ثابت ہوتا ہے۔ حضور نے خود حدیث لکھائی اور صحابہ نے لکھی۔

اجازت تعلیم حدیث

حضورؐ نے فرمایا ہے:

خذوا ما حدثکم ابن مسعود۔

"یعنی ابن مسعود سے حدیث سیکھو"(ترمذی)

اور ابو ہارون عبدی نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس گئے تو انہوں نے ہم کو مرحبا کہا اور رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ لوگ تمہارے پاس دنیا کے گوشہ گوشہ سے علم حاصل کرنے آئیں گے تم ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (ترمذی)

امام حسن بصری نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کو گئے جب سارے آدمی ان کے گھر جمع ہو گئے تو انہوں نے پاؤں سکیڑ لئے اور کہا کہ ہم لوگ رسول کریمؐ کی خدمت میں گئے تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پاؤں سکیڑ لئے اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس لوگ تحصیل علم کے لئے آئیں تو ان کو مرحبا کہنا' تحیت دنیا اور علم سکھانا۔

یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ کی حرمت کے متعلق بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر میں فرمایا:

الا لیبلغ الشاهد الغائب فان الشاهد عسی ان یبلغ من هوا وعی له منه۔

"جو حاضر ہیں وہ غائب کو پہنچا دیں۔ شاید وہ ان سے زیادہ حافظہ والا ہو۔"

وفد قبیلہ عبدالقیس سے آپ نے فرمایا:

احفظوه واخبروا به من ورائکم۔

"یعنی جو مجھ سے سنا ہے اس کی حفاظت کرو اور دوسروں کو سنا دو۔ (بخاری کتاب العلم)

مالک ابن حویرث کو ارشاد فرمایا:

ارجعوا الی اهلیکم فعلموهم۔

"اپنے گھر کو واپس جاؤ اور لوگوں کو سکھاؤ۔"

عہد رسالتؐ میں حدیث کے کم لکھے جانے کی وجوہ

(۱) قدیم زمانے میں دنیا کے ہر خطہ میں تعلیم کا رواج کم تھا۔ ہر ملک میں پڑھنے والوں کی تعداد قلیل تھی۔ عرب چونکہ جہالت کا مرکز تھا۔ اس ملک میں بہت کم خواندہ آدمی تھے۔ رسول کریمؐ کے ابتدائی زمانہ میں عرب کے سب سے بڑے اور سب سے معزز قبیلہ قریش میں سترہ اشخاص خواندہ تھے۔ ابوبکر صدیقؓ' عمر فاروقؓ' عثمان غنیؓ' علی مرتضیٰؓ اور دیگر چند اشخاص اور ایک عورت شفاء بنت عبداللہ۔ (فتوح البلدان)

حضور علیہ السلام نے لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ مدینہ میں مسجد نبوی میں مدرسہ قائم کیا۔ جنگ بدر ۲ھ میں جو کافر اسیر ہوئے ان میں بعض سے یہ فدیہ ٹھہرایا کہ ہر قیدی دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ حضرت زیدؓ ابن ثابت کاتب رسول کریم نے اسی سلسلہ میں تعلیم حاصل کی۔ (طبقات ابن سعد)

(۲) اہل عرب نہایت قوی الحافظہ تھے' ان کو اپنی قوت حافظہ پر ناز تھا۔ وہ تمام اشعار اور قومی روایات کو صحت کے ساتھ یاد رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک شخص اپنے اونٹ کا سلسلہ سو سو پشت تک گنا جاتا تھا۔ چونکہ ان کو اپنے حافظہ پر کامل بھروسہ تھا۔ اس لئے تحریر پر زبانی یاداشت کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض ائمہ حدیث نے بھی زبانی روایت کو تحریری روایت پر ترجیح دی ہے۔

(۳) قرآن مجید کے حفظ کرنے اور لکھنے کا شوق عام تھا۔

(۴) جنگ وجہاد کا بے پایاں سلسلہ قائم تھا۔

(۵) تبلیغ و تنظیم کے ضروری انتظامات در پیش تھے۔

(۶) حالات میں جلد تغیر ہو رہا تھا اس وجہ سے بر بنائے مصلحت وقت بعض قرار دادوں میں تبدیلی ہوتی تھی۔

ایسے ضروری اور بے نہایت مشاغل اور ایسی پریشان حالی میں حدیث کی طرف کافی توجہ کرنا مشکل تھا۔ پھر بھی حدیث کا بہت کچھ تحریری ذخیرہ حضور کے عہد میں موجود تھا۔

حدیث کا تحریری ذخیرہ عہد رسالت میں

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص

نے حدیثیں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ (بخاری' اصابہ طبقات ابن سعد' ابوداؤد)

(۲) حضرت علیؓ نے حدیثیں لکھیں تھیں' ان کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے اس صحیفہ اور قرآن کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ (ابوداؤد کتاب الحدود)

(۳) حضرت انسؓ نے حدیثیں لکھی تھیں۔ (بخاری تقلید العلم تدریب الراوی)

(۴) تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ اور فرامین جو حضورؐ نے قبائل کو بھیجے تھے۔ (ابن ماجہ وطبقات ابن سعد)

(۵) خطوط جو آنحضرتؐ نے سلاطین و امراء کے نام ارسال فرمائے تھے۔ (بخاری' تذکرۃ الحفاظ)

(۶) فہرست اصحاب جن میں پندرہ سولہ اصحاب کے نام تھے۔ (بخاری)

(۷) فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ابوشاہ یمنی صحابی نے عرض کیا کہ یہ مجھ کو لکھا دیجئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''اکتبوا لابی شاہ'' ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ (ابوداؤد کتاب المناسک' بخاری کتاب العلم)

(۸) کتاب الصدقہ حضورؐ نے ابوبکر بن حزم صحابی والی بحرین کو لکھائی تھی۔ یہ دو صفحے تھے اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے۔ یہ اور امراء کو بھی بھیجے گئے تھے۔ (دارقطنی' کتاب الزکوٰۃ و مسند احمد بن حنبل' یہ تحریر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے آل حزم سے ۹۹ھ میں لے لی تھی۔ (دارقطنی)

(۹) محصلین زکوٰۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریرات تھیں۔ (کنز العمال' مسند احمد بن حنبل' مستدرک)

(۱۰) عمروؓ بن حزم کو جب حاکم یمن مقرر کیا تو ایک تحریر لکھا دی جس میں فرائض' صدقات دیات' طلاق' عتاق' صلوٰۃ' مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ (معجم صغیر طبرانی)

(۱۱) عبداللہ بن حکیمؓ صحابی کے پاس حضورؐ کا ایک حکم نامہ تھا۔ جس میں مردہ جانوروں کے متعلق احکام تھے۔ (معجم صغیر طبرانی)

(۱۲) وائل بن حجرؓ صحابی کو حضورؐ نے نماز' روزہ' ربوٰا' شراب وغیرہ کے احکام دیئے تھے۔ (ابوداؤد)

(۱۳) ضحاکؓ بن سفیان صحابی کے پاس آنحضرت کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی۔ جس میں شوہر کی دیت کا حکم تھا۔ (تہذیب التہذیب) اشیم نام تھا اس مقتول کا جس کی بیوی کو شوہر کی دیت دلانے کا فرمان تحریر کرایا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

(۱۴) حضرت معاذؓ بن جبل کو ایک تحریر یمن بھیجی گئی۔ جس میں سبزیوں' ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔

(۱۵) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے۔ اس کے متعلق حضور کی تحریر رافعؓ بن خدیج کے پاس تھی۔ (مسند احمد)

(۱۶) حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ایک مجموعہ لکھا تھا جو ان کے بیٹے کے پاس تھا۔ (جامع)

(۱۷) حضرت ابوہریرۃؓ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا۔ (فتح الباری) اس میں ۷۲۴ سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ (تدوین حدیث) یہ بصورت ملاطفہ تھا۔ (جس طرح قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ لیتے تھے۔)

(۱۸) حضرت سعدؓ بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ وہ کئی پشت تک ان کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

(۱۹) سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں۔ (شرح بلوغ المرام)

(۲۰) سمرہؓ بن جندب نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

(۲۱) عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں۔ (شرح بلوغ المرام)

(۲۲) ابوموسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں۔ (تاریخ موسیو سیدیو)

ان بائیس نمبروں میں سے نمبر ۱' ۱۸ مستقل ضخیم تالیفات ہیں۔ نمبر الغایت ۴ کا ذکر والد ماجد نے ایک مختصر مضمون میں کیا تھا جو تحریر حدیث پر ۱۹۰۰ء میں لکھا تھا' نمبر الغایت ۱۷ کی نشاندہی مولانا سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس ۱۹۲۵ء میں کی ہے۔ اس پر پانچ کا اضافہ خاکسار نے کیا ہے۔ یہ ان صاحبوں کی سرسری تلاش کا نتیجہ ہے۔ اگر زیادہ کدوکاوش سے کام لیا جائے تو مزید تحریرات کا پتہ چل سکتا۔ نمبر ۵ میں سے بعض اب تک اصل موجود ہیں۔ باقی بعد کی تالیفات میں مدغم ہو گئیں۔

صحابہ نے تحریر حدیث میں ابواب و فصول قائم نہیں کئے۔ بلکہ جو حدیث سنی وہ لکھ لی تعجب ہے کہ سرسید نے خطبات احمدیہ میں اور

نواب محسن الملک نے اپنی کتاب تقلید و عمل بالحدیث میں کیونکر لکھ دیا کہ حدیث کی تحریر اور اس پر تالیف دو صدی بعد عمل میں آئی۔ اگر ان کو مرقومہ بالا فہرست میں سے کسی تحریر کا حال معلوم نہ تھا تو کیا امام مالکؒ کی مشہور و متداول کتاب موطا سے جو ۱۴۰ھ کی تصنیف ہے، بھی واقف نہ تھے، امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد کی تالیف کو بھی نہ جانتے تھے۔ اس تحقیقات میں ان سے موسیو سیدیو ہی اچھا رہا کہ اس نے امام زہری کو حدیث کا پہلا مصنف قرار دیا ہے۔ امام زہری قرن اول پہلی صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں۔

مشہور معترض اسلام سر ولیم میور نے حدیثوں کی مخالفت میں بہت زور لگایا ہے۔ لیکن اس نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ بعض صحابہ کے پاس آنحضرت کی احادیث کی تحریری یادداشتیں تھیں۔ (تاریخ موسیو سیدیو)

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ تین زمانے، ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔

''تمام زمانوں میں سے میرے زمانے کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے پھر اس کے بعد والے۔''

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے:

قرن اول:- بعثت رسول کریم سے ۱۱۰ھ تک، یہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے۔

قرن دوم:- ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک، یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم:- ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک، یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کی مدت ۲۶۰ھ تک لکھی ہے، غرض ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ اس لئے ہم نے ۲۲۱ھ سے ۲۶۱ھ تک کے زمانے کو عہد اختلافی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

علوم شریعت کی جو کچھ تکمیل ہوئی ہے۔ وہ بزرگان قرون ثلاثہ ہی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے۔ انہیں قرون کے مستند بزرگوں کے اقوال و افعال لائق محبت سمجھے گئے کیونکہ قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے: ثم یفشو الکذب۔ ''پھر جھوٹ پھیل جائیگا'' ہم نے اس کتاب میں محدثین و مصنفین کا ذکر کرنے میں یہ اصول رکھا ہے کہ:

قرن دوم کے شروع ہونے یعنی ۱۷۰ھ تک جن کی وفات ہوئی وہ قرن اول کے رجال تھے۔

قرن دوم کے رجال ۲۲۰ھ تک
قرن سوم کے رجال ۲۶۰ھ تک
عہد اختلافی کے رجال ۳۱۰ھ تک

اسلئے رجال خیر القرون کا خاتمہ ۳۱۰ھ تک ہے اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف شاید دو مثالیں مل سکیں۔ بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی گئی ہے۔

ایک ٹھنڈی رات اور حضرت ابو درداء

انتخاب:- نشاط حمید (ابو حمزہ)

ایک سخت ترین رات میں چند احباب آپ کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ آپ نے ان کی خدمت میں گرم کھانا پیش کیا، لیکن کوئی بستر مہیا نہ کیا، جب سونے کا وقت ہوا تو مہمان آپس میں ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے، ایک نے کہا میں ان سے بات کرتا ہوں، دوسرا کہنے لگا چھوڑیئے رہنے دیجئے، لیکن اس نے بات نہ مانی اور ابو درداءؓ کے کمرے کے دروازے پر جا کھڑا ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ ابو درداءؓ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی بیوی پاس بیٹھی ہوئی ہے، صرف ایک ہلکی سی چادر اوڑھ رکھی ہے جو نہ سردی روک سکتی ہے اور نہ گرمی، اس نے ابو درداءؓ سے پوچھا، کیا آپکے پاس کوئی لحاف نہیں؟ آپکا گھریلو سامان کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا! ہمارا اصل گھر ایک دوسری جگہ پر واقع ہے جو بھی سامان ہمیں دستیاب ہے ہم فوراً اسے اس گھر کی طرف روانہ کر دیتے ہیں، اگر آج اس گھر میں ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہمارے اس گھر کے راستہ میں ایک دشوار گذار گھاٹی حائل ہے اسے عبور کرنے کے لئے ہلکا پھلکا راہی بھاری بھرکم مسافر سے کہیں بہتر رہتا ہے۔

ہم نے سوچا کہ اپنا بوجھ ہلکا کر دیں تاکہ آسانی سے اس دشوار گذار گھاٹی کو عبور کر سکیں، پھر آپ نے دریافت کیا: کیا تم میری بات سمجھ گئے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں میں بالکل آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی ناصر ہو۔